رسالۂ دُعا

مصنفہ

حضرت علامہ بحر العلوم اشرف العلماء سید اشرف شمسی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی

1-6-806، مہدی منزل، دائرہ مشیر آباد، حیدر آباد500020

www.khalifatullahmehdi.info

سلسلہ مطبوعات ۔۱۱

علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی

© جملہ حقوق محفوظ بحق علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی، حیدرآباد

نام کتاب	:	رسالۂ دُعا
مصنف	:	حضرت علامہ بحر العلوم اشرف العلماء سید اشرف شمسیؒ
بار	:	آٹھواں
سنہ اشاعت	:	جنوری ۲۰۰۵ء م ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ
تعداد اشاعت	:	تین ہزار
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	SAN کمپیوٹر سنٹر، چینچل گوڑہ، حیدرآباد۔فون 24529428
طباعت	:	گرافک ڈیزائنر، منگل ہاٹ، حیدرآباد۔فون 24607075

ناشر

علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی

1-6-806، مہدی منزل، دائرہ مشیر آباد، حیدرآباد 500020

☎ 55588316 Cell: 98491-70775

اللہ نے دیا ہے

برائے ایصالِ ثواب

سیدہ اسماء بانو یداللّٰہی مرحومہ جگر گوشۂ سید یداللہ شجیع یداللّٰہی

www.khalifatullahmehdi.info

عرضِ حال

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ مجھے اپنے جد امجد حضرت علامہ بحر العلوم وشمس الفنون وقدوۃ المحققین اشرف العلماء حضرت سید اشرف شمسیؒ کی تالیفات کے تحفظ واشاعت کی توفیق واستطاعت عطا فرمائی۔ اس مقصد کے لئے جولائی ۲۰۰۲ء میں علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی کے قیام کے بعد مختصر مدت میں بفضلِ تعالیٰ درج ذیل دس کتابوں کی اشاعت عمل میں لائی گئی ہے

(۱) علامہ شمسیؒ مشاہیر کی نظر میں (۲) رسالۃ المعراج (۳) اصلاح الظنون فی جواب ابن خلدون (۴) لیلۃ القدر (۵) العقائد (مکمل چار حصے) (۶) العقائد (حصہ اول و دوم) بزبان ہندی (۷) العقائد (حصہ اول و دوم) بزبان انگریزی (۸) القول المبین فی المعصومین (۹) ترجمہ الازھار النافحہ فی تفسیر سورۃ الفاتحہ (۱۰) رسالہ براہین مہدویہ

ان کتب کے علاوہ حضرت علامہ شمسیؒ کی عربی تفسیر ''لوامع البیان'' اوراس کے ترجمہ کی طباعت کے سلسلہ میں کام جاری ہے۔ انشاءاللہ دیگر کتب بھی بتدریج شائع کی جائیں گی۔

زیرِ نظر کتاب ''رسالۂ دعا'' اس سلسلہ کی گیارہویں کڑی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں بزبان اُردو تصنیف کی گئی تھی جس میں سجدہ میں دعا کرنے کے وجوب کو قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہوئے ثابت کیا گیا ہے۔ رسالۂ دعا بزبانِ اُردو اب تک مختلف اداروں کی جانب سے کئی بار چھپ چکا ہے۔ کچھ سال قبل اُردو متن کے ساتھ اس کا انگریزی و ہندی ترجمہ از جناب شیخ چاند ساجد مرکزی انجمن مہدویہ نے طبع کروایا تھا۔ فی زمانہ کتاب کی ضرورت وافادیت کے پیش نظر اُردو متن کے ساتھ انگریزی و ہندی ترجمہ ایک ہی جلد میں علامہ شمسی ریسرچ اکیڈمی کے زیر اہتمام شائع کیا جارہا ہے۔ اُردو متن کی تصحیح ادارۂ شمسیہ کی جانب سے مطبوعہ رسالۂ دعا بارِ دوم ۱۹۵۸ء کی مدد سے کی گئی ہے۔ اور ۱۹۷۹ء میں ادارۂ تبلیغ مہدویہ مشیر آباد کی جانب سے مطبوعہ ایڈیشن میں علامہ شمسیؒ کے شاگرد افضل العلماء حضرت مولانا سید نجم الدینؒ صدر مجلس علمائے مہدویہ ہند کی جو تقریظ شامل تھی اس کو بھی اس اشاعت میں شامل کرلیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کوشش کو شرفِ قبولیت بخشے اور کامیابی سے ہمکنار کرے۔ آمین

۲۵/ ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ م ۷/ جنوری ۲۰۰۵ء

سید یداللہ شجیع یداللّٰہی

بانی وصدر علامہ شمسی ریسرچ اکیڈمی

www.khalifatullahmehdi.info

تقریظ

از: افضل العلماء الحاج حضرت مولانا سید نجم الدینؒ صدر مجلس علمائے مہدویہ

رسالۂ دعا حضرت استاذی واستادالکل منبع الفضلا، مرجع الکملا، اشرف العلماء مولانا الامام العلامہ سید اشرف شمسیؔ رحمہ اللہ کی ایک قدیم تالیف ہے اور مولفِ علام کی حیات ہی میں اس کی اشاعت ہوچکی تھی۔ نماز پنجگانہ کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا ضروری ہے یا نہیں اس بارے میں قرآن وحدیث اور علمائے اسلام کے اقوال سے بحث در استدلال کر کے علامہ نے ثابت کیا ہے کہ نفس دعا سے مہدویہ کو انکار نہیں ہے۔ وہ قرآن حکم ''وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡ'' (سجدہ میں جاؤ اور خدا سے قریب ہوجاؤ) اور ''اُدۡعُوا رَبَّكُمۡ تَضَرُّعاً وَخُفۡيَةً'' (اپنے پروردگار سے گڑگڑا کر اور چھپا کر دعا کرو) پر سختی کے ساتھ عامل ہیں۔ چنانچہ مہدوی دوگانہ تحیۃ الوضو کے بعد سربسجود ہوکر ''وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡ'' کی سعادت حاصل کرتے اور تَضَرُّعاً وَخُفۡيَةً کی تعمیل میں عجز و نیاز سے چھپا کر دعا کرتے ہیں۔ صحیح احادیث سے بھی رسول اللہ ﷺ کا فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا ثابت نہیں ہے۔ خلفائے راشدین کی بھی کوئی روایت نہیں ملتی۔ البتہ بعض ضعیف احادیث سے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا پایا جاتا ہے۔ لیکن خود محدثین اور علمائے امت ان احادیث کے ضعیف ہونے کے قائل ہیں۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ فضائل اعمال میں احادیث ضعیفہ سے استدلال کیا جاسکتا ہے لیکن یہ استدلال اُس وقت درست ہے جبکہ اس کے مقابل صحیح حدیثیں موجود نہ ہوں۔ حالانکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ روحی فداہ نے نماز پنجگانہ کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا نہیں فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی امام مجتہد نے جن کا قول فقہی مسائل میں قول فیصل ہوتا ہے اس کو ضروری قرار نہیں دیا۔ علامہ کی یہ علمی اور گراں مایہ تالیف کسی کی تقریظ وتبصرہ سے مستغنی ہے۔ مجھ جیسے ہیچ میرز و ہیچ مداں، کمترین شاگرداں کو جو اسی آفتاب عالم تاب کا چمکایا ہوا ایک ذرۂ ناچیز ہوں مجال دم زدن نہیں۔ اہلِ علم اس کی حلاوت سے شیریں کام ہوں۔ ناظرین اس سے فائدہ حاصل کریں اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ مولف علام کو اجرِ عظیم سے نوازے، اپنے دیدار سے مشرف کرے۔ فقط

المرقوم ۲۹/ ربیع الاول ۱۲۹۹ھ م ۲۶/ فبروری ۱۹۷۹ء

www.khalifatullahmehdi.info

بسم الله الرحمن الرحیم

رسالۂ دعا

حامداً و مصلیاً ۔ اس زمانہ میں بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مفروضہ نماز کے بعد دعا واجب ہے ورنہ نماز درست نہیں ہوتی ۔ میرے خیال میں یہ قول بہت ہی کمزور ہے' کیونکہ مفروضہ نماز کے بعد جو دعا ہوگی وہ ظاہر ہے کہ نماز کے سوا ہے پس جو عمل کہ ارکان وفرائض و واجبات نماز سے خارج ہے ۔ اس کے کرنے سے نماز کی تکمیل اور اس کے نہ کرنے سے نماز کی تنقیص محض خیالی ڈھکوسلہ ہے ۔ جس پر کوئی دلیل و برہان قائم نہیں ہوسکتی ۔ واضح ہو کہ دعا کی تین قسم ہیں ۔ اول دعا واجب ہے جو ہر ایک رکعت نماز میں کی جاتی ہے ۔ یعنی

اھدنا الصراط المستقیم

اس دعا کی تعلیم خود اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور اسی واسطے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔

افضل الدعاء الحمد للہ

یعنی سورہ فاتحہ ۔ اور دوسری دعا سنت ہے ۔ جو بعد درود پڑھی جاتی ہے ۔ جس میں استغفار اور تعوذ ہے ۔ ان کے سوا جو دعائیں ہیں وہ مستحب ہیں مگر جمہور علماء کی یہ رائے ہے کہ اخیر کی دونوں قسمیں مستحب ہیں چنانچہ علامہ نووی نے لکھا ہے ۔

وجھمور العلماء علی انہ مستحب لیس بواجب

اس صورت میں ترک دعا سے کوئی شخص گنہگار نہیں ہوسکتا ۔ چہ جائیکہ اس کی نماز ساقط یا ناقص ہو ۔ غرض نماز کے بعد رفع ایدی کے ساتھ (ہاتھ اُٹھا کر) دعا نہ کرنے سے نماز ساقط یا ناقص نہیں ہوتی کیونکہ یہ فعل بعد نماز ہے اور مستحب ہے ۔ علامہ ابن قیم نے کتاب ہدی النبوی میں لکھا ہے ۔

واما الدعاء بعد السلام من الصلواۃ مستقبل القبلۃ سواء الامام والمنفرد والماموم فلم یکن ذلک من ھدی ا لنبیؐ اصلا ولا روی عنہ باسناد صحیح ولا حسن و حضّ بعضھم بصلاتی الفجروالعصر ولم یفعلہ النبی ولا الخلفا ء الراشدون بعدہ ولا ارشد الیہ امتہ وانما ھو استحسان رآہ من راہ عوضا من السنۃ.

ابن قیم کہتے ہیں یعنی قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز کے بعد دعا کرنا نبی ﷺ کی سنت نہیں ہے ۔ اور نہ اس بات میں کوئی حدیث صحیح وحسن حضرت ﷺ سے مروی ہے اور بعضوں نے نماز فجر وعصر میں دعا کرنے کی ترغیب دی ہے مگر یہ ایسی چیز ہے جس کو رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدینؓ نے نہیں کیا اور نہ اس فعل کی ہدایت اپنی امت کو کی ہے بلکہ یہ استحسان ہے ۔ بعض لوگوں نے سنت کے عوض میں یہ عمل کیا ہے ۔

غرض اس قول سے ظاہر ہے کہ نماز کے بعد دعا کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہدیٰ اور خلفا راشدینؓ کے عمل سے ثابت نہیں ہے یہ صرف بعض لوگوں کی رائے ہے جو لیل و برہان سے قوی نہیں ہے۔

فصل : قرآن شریف اس بات کو بتاتا ہے کہ دعا خلوص کے ساتھ چھپا کر کی جائے بلکہ اس ہی کی تعلیم بھی فرمائی ہے چنانچہ آیت **ادعوا ربکم تضرعا و خفیة (الأعراف ۵۵)** یعنی تم اپنے پروردگار کو عاجزی سے اور چھپا کر پکارو۔ بیضاوی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے۔

ای ذوی تضرع و خفیة فان الاخفاء دلیل الاخلاص

یعنی چھپا کر دعا کرنا اخلاص کی دلیل ہے۔

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں بیان فرمایا ہے۔

واعلم ان الاخفاء معتبر فی الدعاء ویدل علیه وجوه الاول هذه الآیة فانها تدل علی انه تعالیٰ امر بالدعاء مقرونا بالاخفاء وظاهر الامر للوجوب فان لم یحصل الوجوب فلا اقل من کونه ندباً ثم قال تعالیٰ بعده انه لا یحب المعتدین والاظهران المراد انه لایحب المعتدین فی ترک هذین الامرین المذکورین وهما التضرع والاخفاء فان الله لایحبه و محبة الله تعالیٰ عبارة عن الثواب فکان المعنی ان من ترک فی الدعاء التضرع والاخفاء فان الله لا یثیبه ا لبتة ولایحسن الیه ومن کان کذلک کان من اهل العقاب لا محالة فظهر ان قوله تعالیٰ انه لا یحب المعتدین کالتهدید الشدید علی ترک التضرع والاخفاء فی الدعاء .

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دعا میں پکی بات یہی ہے کہ وہ چھپا کر کی جائے اور کئی وجہیں اسی بات کو بتاتی ہیں ان میں سے پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کا حکم فرمایا ہے جو چھپانے سے نزدیک ہو یعنی چھپا کر دعا کرنے کا حکم فرمایا ہے اور امر کے صیغوں سے ظاہراً یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ ان سے وجوب مقصود ہوتا ہے اگر وجوب نہ ہو تو کم سے کم مندوب تو ضرور ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ وہ حد سے گزرنے والوں کو نہیں چاہتا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ ان لوگوں کو نہیں چاہتا جو دونوں حکم یعنی تضرع و اخفا کے ساتھ دعا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت سے ثواب مراد ہے تو آیت مذکورہ کے یہ معنی ہو جائیں گے کہ جو لوگ عاجزی سے اور چھپا کر دعا نہیں مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ثواب نہیں دے گا اور ان پر احسان نہیں کرے گا اور جو شخص اس صفت سے موصوف ہوگا وہ قابل عذاب ہوگا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم مذکور کی پرواہ نہیں کی غرض **انه لا یحب المعتدین** جو اللہ تعالیٰ کا فرمان پاک ہے ان لوگوں کے واسطے بڑی سخت دھمکی ہے جو دعا کو چھپا کر اور عاجزی کے ساتھ نہیں کرتے۔ تفسیر کبیر کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعا کے وقت خلوص و اخفا کی سخت ضرورت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دعا کرنے کا طریقہ یہی بتایا ہے۔ پس دعا کے وقت ان دونوں چیزوں کا خیال رکھنا اور اسی پاک تعلیم کے موافق دعا کرنا کم سے کم مندوب ہے۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی صورت میں مذکورہ دونوں فرمانوں کی تعمیل ہوتی ہے یا نہیں ظاہر ہے کہ اخفا کی تو بالکل تعمیل نہیں ہوتی کیونکہ جس نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا اس نے کھلے طور پر یہ بات بتادی کہ میں اللہ پاک کی درگاہ میں دعا مانگ رہا ہوں اس صورت میں

وہ شخص جو اس طرح دعا کرتا ہے خلاف ما انزل اللہ پر عمل کرتا ہے اور جو شخص خلاف ما انزل اللہ پر عمل کرتا ہے اس پر کسی حکم کے کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر اتنی بات تو ظاہر ہے کہ وہ ان اللہ لا یحب المعتدین کے تو حکم میں ہے لیکن سجدہ میں دعا مانگنے سے دونوں امور مذکورہ کی تعمیل ہو جاتی ہے اور تضرع و اخفاء پر جن کو خلوص عارض ہے پورا عامل ہو جاتا ہے جو صاف بدیہی امر ہے پس ہمارے فرقہ کا خاص یہی عمل ہے کہ ہم سب سجود میں دعا کرتے ہیں اور اس کی خاص وجہ یہی ہے کہ اولاً تعلیم قدسی اور امر خداوند تعالیٰ کی اتباع ہو جائے اور ثانیاً یہ کہ اس زبردست دھمکی سے جو انه لایحب المعتدین سے ظاہر ہوئی ہے بچاؤ مل جائے ثالثاً یہ کہ ان احادیث صحیحہ پر عمل ہو جائے جو دعا کے طریقہ صحیحہ کی مثبت ہیں یعنی سجود میں دعا کرنا۔ غرض آداب دعا میں قطعی امر جو تعلیم قرآنی کا خلاصہ ہے وہ یہی ہے کہ دعا چھپا کر اور عاجزی کے ساتھ کی جائے اور اسی پر عمل کرنا واجب یا مندوب ہے۔

فصل : احادیث صحاح کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے زیادہ تاکید اس امر کی فرمائی ہے کہ سجود میں دعا کی جائے کیونکہ سجدہ کی حالت میں جو دعا کی جاتی ہے وہ لائق قبولیت ہے چنانچہ سنن ابوداؤد میں مروی ہے۔

عن ابی هریرةؓ ان رسول الله ﷺ قال اقرب مایکون العبد من ربه وهو ساجد فاکثروا الدعاء

(سنن ابوداؤد باب ۳۰۳ حدیث نمبر ۸۶۶)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بندہ سجدہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ پس تم سجدہ میں دعا کیا کرو۔

عن ابن عباسؓ ان النبیؐ کشف الستارة والناس صفوف خلف ابی بکر الصدیق فقال یاایها الناس انه لم یبق من مبشرات النبوة الا الرویا الصالحة یراها المسلم اوتری له وانی نهیت ان اقرأ راکعاً او ساجداً فاماالرکوع فعظموا الرب فیه واما السجود فاجتهدوا فی الدعاء فقمن ان یستجاب لکم (سنن ابوداؤد باب ۳۰۳ حدیث نمبر ۸۶۷)

یعنی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پردہ کے باہر نکلے اور مصلی ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے صف باندھے ہوئے کھڑے تھے پس فرمایا کہ نبوت کی بشارتوں سے صرف عمدہ خواب باقی رہ گئے ہیں۔ میں رکوع و سجود میں قرآن پڑھنے سے ممانعت کیا گیا ہوں تم رکوع میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرو۔ اور سجود میں دعا کرنے کی کوشش کرو کیونکہ یہ دعا قبولیت کے لائق ہے۔ اس قسم کی اور حدیثیں عائشہ صدیقہؓ۔ ابی ہریرہؓ۔ علیؓ۔ جابر بن عبداللہؓ۔ محمد ابن سلمہؓ سے صحاح میں مروی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سجدہ میں خود بھی دعا کرتے تھے۔ اور اسی کا حکم بھی فرماتے تھے۔ دونوں مذکورہ حدیثوں سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سجدہ میں دعا کرنے کا حکم لفظ امر سے صادر فرمایا ہے اور ہمارے مذہب اور نیز حنفیہ کا یہ معینہ ضابطہ ہے کہ جو صیغہ امر بلا قرینہ مانعہ موجود ہو تو وہ صیغہ وجوب حکم پر دلالت کرے گا اگرچہ وجوب حکم اس کے بغیر بھی ہو جاتا ہے مگر اس صفت کے صیغہ امر سے تو ضرور وجوب ثابت ہوگا۔ پس اس ضابطہ کی رو سے ہمارا یہ مذہب ہے کہ سجود میں دعا کرنا واجب ہے۔ پس جب بندہ نے سجود کی حالت میں دعا کی یا کرتا ہے تو گویا وہ حکم واجب کی تعمیل میں مصروف ہے اس صورت میں یہ کہنا بالکل نادرست ہے کہ مہدویہ دعا نہیں کرتے کیونکہ وہ دعا کے وقت رفع ایدی

www.khalifatullahmehdi.info

نہیں کرتے کیونکہ جب دعا کرنے کے کئی طریقہ مروی ہیں اوران سب طریقوں میں یہ طریقہ قبولیت دعا کا اعلیٰ ذریعہ ہے تو اسی طریقہ کو اختیار کرنا زیادہ مستحسن ہے۔صاحب مرقاۃ الصعود نے شرح ابوداؤد میں ذکر کیا ہے۔

قال العراقی فی شرح الترمذی ذکر فی ذلک امور احدھا ان العبد مامور باکثار الدعا فی السجود کما فی تتمة الحدیث واللہ تعالیٰ قریب من السائلین کما قال سبحانہ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذادعا نی ' الثانی ان حالة السجود حالة خشوع و ذل و انکسار التعضر الساجد وجھه فی التراب و بھذا قال ابن مسعودؓ ماحال الی احب الی اللہ تعالیٰ ان یجد العبد فیه من ان یجدہ عافرا وجھه رواہ الطبرانی بسند حسن. الثالث ان السجود اول عبادۃ امراللہ بھا بعد خلق آدم فکان المتقرب بھا الی اللہ تعالیٰ اقرب منه الیه فی غیرہ . الرابع فیه مخالفة لابلیس فی اول الذنب عصی اللہ به من التکبر و ترک السجود.

عراق نے شرح ترمذی میں تذکرہ کیا ہے کہ اس میں کئی امور ہیں۔اول یہ کہ بندہ کو سجدہ میں زیادہ دعا کرنے کے لیے حکم کیا گیا ہے۔چنانچہ حدیث کا آخری فقرہ یہی ہے اور اللہ تعالیٰ سوال کرنے والوں سے نزدیک ہے چنانچہ فرماتا ہے اور جب تم سے (اے محمد ﷺ) میری حالت سے میرے بندے پوچھیں تم کہو میں نزدیک ہوں۔ دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا مانگتا ہے۔

دوسرا یہ کہ سجود کی حالت ڈر اور ذلت وانکساری کی حالت ہے کیونکہ سجدہ کرنے والا اپنا منہ خاک آلود کرتا ہے اور ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندہ کی عام حالتوں سے یہی حالت زیادہ پسند ہے جب اس کا بندہ اس کے آگے اپنا منہ خاک آلود کرتا ہے۔طبرانی نے یہ روایت کی ہے۔

تیسرا یہ کہ سجود پہلی عبادت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کرنے کے بعد حکم فرمایا ہے۔پس اس عبادت کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے قربت چاہنے والا دوسری عبادت کے ذریعے سے قربت طلب کرنے والے سے اقرب ہوگا۔

چوتھا یہ کہ سجود میں ابلیس کی مخالفت ہے کیونکہ اس کا سب گناہوں کے پہلے یہی گناہ ہے کہ اس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہیں کیا اور بڑائی سے اللہ جل شانہ کی نافرمانی کی۔غرض عراقی کی رائے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سجود میں دعا بہتر ہے کیونکہ اس ہی حالت میں وجوہ مذکورہ پائی جاتی ہیں۔

صاحب معالم التنزیل نے بھی ابوہریرۃؓ سے روایت کی ہے۔**قال رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم قال اقرب مایکون العبد من ربه وھو ساجد فاکثروا الدعاء.**

اس حدیث کو صاحب معالم نے واسجد واقترب آیت سور علق کی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے اوراس آیت کو سجدہ میں دعا کرنے پر محمول کیا ہے۔صاحب تفسیر بیضاوی نے بھی آیت مذکورہ کی تفسیر میں مضمون مذکور ذکر کیا ہے۔علامہ جاراللہ زمخشری اور صاحب تفسیر نیشاپوری کی بھی یہی رائے ہے۔حضرت امام فخرالدین رازی نے بھی آیت کریمہ مذکورہ کی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

و فی الحدیث اقرب مایکون العبد من ربه اذا سجد

یعنی جب بندہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے تو بہت ہی قریب ہو جاتا ہے اور چونکہ دعا کے لیے اوقات قربت کی زیادہ ضرورت ہے۔ لہٰذا اسی وقت میں دعا بہتر ہوگی۔ صاحب تفسیر ''سراج المنیر'' نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

واقترب ای و تقرب الی ربک بطاعته وبالدعاء الیه قال ﷺ اما الرکوع فعظموا فیه الرب واما السجود فاجتهدوا فی الدعاء فقمن ا ی حقیق ان یستجاب لکم وکان ﷺ یکثر فی سجود من البکاء والتضرع حتی قالت عائشةؓ قد غفر الله لک ماتقدم من ذنبک وما تاخر فما هذا البکاء فی السجود وماهذا الجهد الشدید قال افلا اکون عبداًشکورا'' وفی روایة اقرب مایکون العبد من ربه وهو ساجد فاکثروا الدعاء.

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا وطاعت سے نزدیک ہو جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ رکوع میں پروردگار کی تعظیم کرو اور سجود میں دعا کی کوشش کرو کہ وہ قبول کی جانے کے لائق ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ آپ سجود میں روتے اور عاجزی کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں پھر سجود میں دعا کرنے اور اس قدر رونے کی کیا ضرورت ہے' فرمایا کہ کیا میں شاکر بندہ نہ کہلاؤں اور ایک روایت میں ہے کہ بندہ سجدہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ پس سجود کی حالت میں دعا زیادہ کرو۔ صاحب تفسیر خازن اس آیت کے تحت میں لکھتے ہیں۔

واقترب ای من الله . عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه و سلم قال اقرب مایکون العبد من ربه وهو ساجد فاکثروا من الدعاء

اس حدیث کا ترجمہ اس کے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور تفسیر مدارک میں مذکور ہے۔

واقترب. وتقرب ربک بالسجود فان اقرب مایکون العبد الی ربه اذا سجد کذا الحدیث

پس قربت کے وقت میں دعا کرنی چاہیے کہ قبول ہو سکے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دعا سے اظہار عجز اور طلب مدعا مقصود ہے اور عجز ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے سے معلوم ہوتا ہے پس ہاتھ اٹھانا ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک دعا میں اظہار و عجز اور اخلاص ضروری ہے اور یہ دونوں چیزیں سجدہ میں دعا کرنے سے حاصل ہوتی ہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ سجدہ میں یعنی سر رگڑنے میں کمال عجز ہے جو ہاتھ اٹھانے میں نہیں ہے اور خلوص بھی سجدہ میں دعا کرنے سے ثابت ہوگا کیونکہ خلوص کے لئے اخفا شرط ہے اور یہ امر معلوم ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں اخفا نہیں ہے غرض اخفا ہی میں خلوص ہے۔ چنانچہ اس کے پہلے اس کا بیان ہو چکا ہے۔ چنانچہ بیضاوی نے لکھا ہے۔

فان الاخفاء دلیل الاخلاص

چنانچہ اس کے پہلے اس کا بیان ہو چکا ہے

www.khalifatullahmehdi.info

فصل : بعض بزرگان دین سے ایسی روایتیں مروی ہیں جن سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی سخت ممانعت مفہوم ہوتی ہے ۔علامہ عینی ''عمدۃ القاری شرح بخاری'' میں لکھتے ہیں۔

قول اول یہ ہے۔

روی عن شعبة عن قتادة قال رای ابن عمر قوما رفعوا ایدیھم قال من یتناول فواللہ لو کانوا علی راس اطول جبل ما ازدا دوا من اللہ قربا.

یعنی ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک قوم کو ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ لوگ کیا چیز لے رہے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اگر یہ اونچے پہاڑ کی چوٹی پر ہوتے تو بھی اللہ تعالیٰ سے نزدیک نہ ہوتے۔اس کا یہ مطلب ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے سے دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے قربت نہیں پیدا کرسکتا۔

قول ثانی یہ ہے۔

و کرھه جبیر بن مطعم و رای شریح رجلا رافعایدیه یدعو فقال من یتناول بھالا امّ لک .

جبیر ابن مطعم نے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو مکروہ جانا ہے اور شریح نے ایک شخص کو جو ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہا تھا یہ فرمایا کہ تیری ماں مرجائے تو کیا کر رہا ہے اور کس چیز کو حاصل کر رہا ہے

قول ثالث یہ ہے۔

و قال مسروق لقوم رفعوا ایدیھم قطعھا اللہ

یعنی مسروق نے ان لوگوں کو جو ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ کاٹ ڈالے۔اس قول سے ظاہر ہے کہ حضرت مسروق نے رفع ایدی سے بہت ہی کراہیت کی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے جوائمہ شافعیہ سے ہیں۔''فتح الباری شرح صحیح بخاری'' میں لکھا ہے۔

قال الطبری و کرہ رفع الیدین فی الدعا ابن عمرو جبیر بن مطعم و رای شریح رجلا یرفع یدیه داعیا فقال من یتناول بھا لا ام لک و ساق الطبری ذلک باسانیدہ عنھم و ذکر ابن التین عن عبداللہ بن عمر بن غانم انه نقل عن مالکؒ ان رفع ا لایدی فی الدعاء لیس من امر الفقھاء .

یعنی محمد ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ ابن عمر اور جبیر ابن معطم نے دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کو مکروہ بتایا ہے۔شریح نے ایک شخص کو دعا کے وقت ہاتھ اٹھائے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے کس چیز کو لیتا ہے اور بددعا دی۔طبری نے ان ساری روایتوں کے اسنادیں بھی لکھی ہیں۔اور ابن التین نے عبداللہ بن عمر غانم سے یہ روایت کی ہے کہ مالکؒ نے فرمایا ہے کہ دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا فقہا کا کام نہیں ہے۔

غرض حنفیہ اور شافعیہ اور حضرت امام مالکؒ کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا مستحسن کام نہیں ہے۔

فصل : سنن ابوداؤد کے ملاحظہ سے واضح ہوتا ہے کہ استغفار وہ ہے کہ جس میں صرف انگشت شہادت اٹھائی جاتی ہے

www.khalifatullahmehdi.info

اور باقی انگلیاں اپنی جگہ پر رہتی ہیں اور مسئلہ میں ہاتھ اٹھایا جاتا ہے۔ ابتھال میں بھی ہاتھ اٹھانا چاہیے مگر اس میں ہاتھوں کا لمبے کرنا بھی ضروری ہے چنانچہ ابن عباسؓ نے یہ روایت کی ہے۔

عن عباس قال المسئلة ان ترفع یدیک حذو منکبیک او نحو ھما والاستغفار ان تشیر باصبع واحدة والابتھال ان تَمُدّ یدیک جمعا.

لیکن اس فرق وامتیاز سے چونکہ لوگوں کو اطلاع نہیں ہے۔ لہذا ان کے عمل سے استغفار و مسئلہ میں فرق نہیں معلوم ہوسکتا۔ بلکہ صاف یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں صورتوں میں ضروری طور پر رفع ایدی کئے جاتے ہیں جو حدیث مذکور کے منشاء قدسی کے خلاف ہے۔ واضح ہو کہ دعا کا مفہوم امور مذکور میں منحصر ہے یعنی اس میں استغفار ہوگا یا کسی چیز کی طلب۔ اب طلب میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مطلق سوال ہوگا۔ یا کہ مخالف کے مقابلہ میں فتح مندی۔ ظاہر ہے کہ اول قسم تو استغفار ہے۔ جس میں حدیث مذکورہ کے منشا کے موافق صرف انگشت شہادت اٹھانی چاہیے۔ اور قسم ثانی مسئلہ ہے جس میں رفع ایدی بغیر تمدید کی ضرورت ہے اور قسم ثالث ابتہال ہے جس میں رفع ایدی بالتمدید ہے۔ پس جن احادیث دعا میں رفع ایدی کا ذکر کیا گیا ہے۔ دراصل قسم ثانی کے متعلق ہیں یعنی دراصل وہ مسئلہ ہیں غرض دعا ان ہی قسموں میں منحصر ہے۔ اور تینوں قسم اس کی افراد ہیں۔ مگر پہلی قسم کی ہمیشہ ضرورت ہے کیونکہ اس عمل کے کرنے کے لئے نصوص قرآنی موجود اور صحیح حدیثیں اس کی موید ہیں پس ہمارے فرقہ میں استغفار ضروری امر ہے۔ اب رہی قسم ثانی یعنی مسئلہ یہ عمل اس وجہ سے متروک ہے کہ یہ توکل کے منافی ہے اور ظاہر ہے کہ توکل کے باب میں صریح آیتیں موجود ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما من دابة فی الارض اِلّاعلی الله رزقھا (ھود۔۶)

اور نیز فرماتا ہے۔ **ومن یتوکل علی الله فھو حسبه** (الطلاق۔۳)

اور نیز فرماتا ہے۔ **فاتحذه وکیلا** (المزمل۔۹)

اور نیز فرماتا ہے۔ **فتوکل علی الله** (آل عمران۔۱۵۹)

ان دونوں آیتوں میں امر کے صیغہ موجود ہیں اور ان کے سوا دوسرے آیات بھی ان کے موید ہیں۔ ان ہی آیات کی رو سے ہمارے فرقہ میں توکل فرض ہے۔ پس جب مسئلہ یعنی سوال کرنا صریح طور سے آیت توکل کے منافی ہے تو صرف مسئلہ کو ہمارے فرقہ نے منع کیا ہے اگرچہ استغفار بھی توکل کے منافی ہے لیکن چونکہ اس کی تعلیم میں نصوص قرآنی موجود ہیں اور ان میں بھی امر کے صیغے وارد ہیں۔ لہذا اس کی تعمیل ضرور ہے۔

فصل : واضح ہو کہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ دعا کی مثبتہ احادیث اگرچہ ضعیف ہیں مگر احادیث ضعیفہ ان اعمال میں جو اصول دین سے نہ ہوں قابل استدلال ہیں یعنی فضائل اعمال میں ان سے استدلال درست ہے۔ میری رائے میں یہ بات بہت ہی کمزور اور قابل ترمیم ہے اس کی توضیح یہ ہے کہ فضائل اعمال میں احادیث ضعیفہ سے استدلال اس صورت میں درست ہے کہ جب ان پر احادیث صحیحہ سے استدلال نہ ہوسکتا ہو اور اگر ان کی مثبت احادیث صحیحہ ہوں تو اس صورت میں ان پر احادیث ضعیفہ سے

استدلال جائز نہیں ہے اور ہمارا مذہب بھی یہی ہے۔ مثلاً فرض کیجئے کہ دعا میں رفع ایدی بعد نماز کرنے کے باب میں احادیث ضعیف مروی ہیں اور سجدہ میں دعا کرنے کے باب میں صحیح اور قوی حدیثیں وارد ہیں اور دعا فضائل اعمال سے ہے تو اس کی ادا میں ان ہی احادیث پر عمل کرنا چاہئے جو قوی اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہوا ہے پس دعا سجدہ میں کرنا چاہئے کیونکہ اس کی مثبت جو احادیث ہیں قوی اور صحیح ہیں پس نووی وغیرہ کا یہ قول کہ فضائل اعمال میں احادیث ضعیفہ قابل استدلال ہیں قابل بحث ہے

واللہ اعلم بالصواب

تمت رسالۂ دعا مولفہ بحر العلوم علامہ ابوالشریف سید اشرف شمسی علیہ الرحمہ

۲۷/صفر ۱۳۲۴ھ ہجری م ۱۹۰۶ء

حواشی

ابن عباسؓ :۔ حضرت عبداللہ ابن عباس بن عبدالمطلب ۔ نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔بچپن ہی سے رسول کریم ﷺ کے دامن سے وابستہ رہے۔حضور ﷺ کی وفات کے بعد کبار صحابہ کی صحبت اختیار کی۔علم وفضل، فصاحت و بلاغت میں ماہر اور تفسیر قرآن میں لاثانی تھے۔اجتہاد کے مرتبہ پر فائز تھے۔آپ کو حبر الامۃ کہا گیا۔ابن عباسؓ نے ۶۸ ھ میں بعمر ستر سال طائف میں وفات پائی۔

ابن جریر طبری :۔ ابو جعفر محمد ابن جریر ابن یزید طبری۔ولادت طبرستان ۲۲۴ ھ۔وفات ۳۱۰ ھ بغداد۔ابن جریر جلیل القدر عالم، حافظ و مفسر قرآن، محدث، مجتہد فقیہہ، مورخ تھے۔متعدد علوم پر بہترین کتب تصنیف کیں۔تفسیر کا نام ''جامع البیان فی تفسیر القرآن'' ہے

ابن حجر عسقلانی :۔ احمد بن علی شہاب الدین ابو الفضل العسقلانی۔ ولادت قاہرہ ۷۷۳ ھ م ۱۳۷۲ء ۔ وفات ۸۵۲ ھ م ۱۴۴۹ء۔قاری و حافظِ قرآن، شافعی فقیہہ، ادیب، مورخ، محدث، ماہرِ لسانیات، شاعر، تصانیف ۱۵۰ سے زائد

ابن قیم جوزی :۔ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد بن قیم الجوزی۔ولادت ۶۹۱ ھ م ۱۲۹۲ء ابن تیمیہؒ کے شاگرد تھے۔تمام علوم اسلامیہ تفسیر، حدیث فقہ، ادب و تصوف پر مکمل عبور حاصل تھا۔تقریباً ایک سو تصانیف ہیں۔وفات ۷۵۱ ھ م ۱۳۵۰ء

ابو داؤد :۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق السجستانی۔ولادت ۲۰۲ ھ وفات شوال ۲۷۵ ھ بعمر تہتر سال بمقام بصرہ۔عظیم محدث و فقیہہ۔آپ نے چار ہزار آٹھ سو منتخب احادیث، سنن ابوداؤد میں جمع کی ہیں جو صحاح ستہ میں شامل ہے اور امام غزالی کی رائے ہے کہ علم حدیث میں صرف یہی ایک کتاب مجتہد کے لئے کافی ہے۔اس کے علاوہ کئی تصنیفات ہیں۔

امام مالکؒ : ابوعبداللہ مالک بن انس بن مالکؓ۔ولادت ۹۳، ۹۴ یا ۹۵ ھ۔ وفات ربیع الاول ۱۷۹ھ م جون ۷۹۵ء۔قرآن مجید کی قرأت وسند امام القراء نافع بن عبدالرحمٰن سے حاصل کی۔حدیث میں سند اور فقہ میں امام تھے۔آپ کی مولفہ مؤطا امام مالک کو حدیث کی پہلی تصنیف کہا جاتا ہے۔مالکی مسلک کے بانی ہیں

امام فخر الدین رازیؒ : ابوعبداللہ محمد ابن عمر ابن الحسین فخر الدین رازی لقب شیخ الاسلام ۔ ولادت طبرستان ۲۵/ رمضان المبارک ۵۴۴ ھ م ۲۴/ جنوری ۱۱۵۰ء وفات ہرات یکم شوال ۶۰۶ ھ م ۲۹/ مارچ ۱۲۱۰ء امام مفسر، عالم معقول و منقول الٰہیات فلسفہ۔عربی و فارسی میں کئی تصانیف ہیں مثلاً مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)، المحصول فی الفقہ، فضائل الصحابہ وغیرہ۔

جار اللہ زمخشری :۔ ابوالقاسم محمود بن عمر خوارزمی حنفی معتزلی چونکہ عرصہ دراز تک مکہ میں مقیم رہے اسلئے ''جار اللہ'' (اللہ کا پڑوسی) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ولادت ۴۶۷ ھ م ۱۰۷۵ء ''تفسیر'' حدیث نحو و لغت اور ادب میں عدیم المثال تھے۔متعدد تصانیف میں سب سے مشہور تفسیر الکشاف عن حقائق التنزیل۔وفات ۵۳۸ ھ م ۱۱۴۴ء۔اگر معتزلی نظریات سے صرف نظر کرلیا جائے تو تفسیر کشاف کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔

عراقی :۔ حافظ عبدالرحیم العراقی۔وفات ۸۰۶ ھ م ۱۴۰۴ء۔فقیہہ شافعی و محدث صاحب تصانیف

علامہ عینی :۔ بدرالدین محمود العینی :۔وفات ۸۵۵ ھ م ۱۴۵۱ء جلیل القدر فقیہہ حنفی۔محدث و مورخ۔مولف ''عمدۃ القاری فی شرح البخاری''

نووی :۔ محی الدین ابوذکریا یحییٰ بن شرف الحزامی الدمشقی۔ولادت ۶۳۱ ھ م ۱۲۳۳ء بمقام نوی نزد دمشق وفات ۶۷۶ ھ م ۱۲۷۷ء۔شافعی المسلک فقیہہ۔علوم حدیث میں امام وقت تھے۔کئی تصانیف مشہور ہیں۔

تفسیر بیضاوی :۔ مکمل نام۔انوار التنزیل واسرار التاویل۔مولف۔عبداللہ بن عمر بن محمد،کنیت ابوالخیر لقب ناصر الدین اورنسبت بیضاوی۔شافعی المسلک۔قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز تھے۔وفات ۶۹۱ھ یا ۶۸۵ھ بمقام تبریز۔تفسیر بیضاوی اہل سنت کے اصول پر مشتمل ہے امام رازی کی تفسیر کبیر سے اس میں استفادہ کیا گیا ہے۔

تفسیر خازن:۔ مکمل نام۔لباب التاویل فی معانی التنزیل۔مولف۔علاءالدین ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم۔دمشق کی ایک خانقاہ کے کتب خانہ کے خازن الکتب (لائبریرین) تھے۔اس لئے خازن کے نام سے معروف تھے۔ولادت بغداد ۶۷۸ھ۔شافعی المسلک۔تفسیر خازن میں مولف نے امام بغوی کے معالم التنزیل اور دیگر متقدمین کی تفاسیر سے استفادہ کیا ہے۔وفات بمقام حلب ۷۴۱ھ

تفسیر سراج المنیر:۔ مولف شمس الدین محمد بن محمد الشربینی۔لقب الخطیب۔وطن قاہرہ۔شافعی المسلک۔اساتذہ نے فتویٰ و تدریس کی اجازت دی تھی۔متقی وصالح بزرگ۔وفات ۹۷۷ھ۔اس تفسیر میں مفسرین سلف سے استفادہ کیا گیا ہے۔

تفسیر مدارک:۔ مدارک التنزیل وحقائل التاویل۔مولف۔عبداللہ بن احمد بن محمود کنیت ابوالبرکات۔نسبت نسفی۔عابد وزاہد۔حنفی المسلک۔تفسیر،حدیث فقہ اور اصول میں یگانہ روزگار امام تھے۔وفات ۷۰۱ھ۔اس تفسیر میں مولف نے تفسیر بیضاوی اور کشاف سے استفادہ کیا ہے۔

تفسیر معالم التنزیل :۔ مولف ابومحمد حسین بن مسعود الفراء البغوی۔شافعی المسلک محدث،مفسر اور فقیہہ۔وفات ۵۱۰ھ بعمر اسی برس۔اس تفسیر میں مولف نے مفسرین صحابہ،تابعین اور تبع تابعین کے اقوال جمع کئے ہیں۔

تفسیر نیشا پوری:۔ غرائب القرآن ورغائب الفرقان۔مولف نظام الدین حسن بن محمد خراسانی نیشا پوری۔وطن ''قم'' نیشا پور میں پروان چڑھے۔عظیم حافظ وقراء میں شمار ہوتا ہے۔علم تاویل وتفسیر میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔زہد وتصوف کے ساتھ خاص لگاؤ تھا۔اس تفسیر میں تفسیر کبیر و دیگر تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے۔تاریخ وفات کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔بعض کا خیال ہے کہ مولف نویں صدی ہجری کے علماء میں سے تھے جبکہ صاحب کشف الظنون کو اس سے اختلاف ہے۔

مرتبہ

شیخ چاند ساجد

www.khalifatullahmehdi.info